۲۲ نومبر ۱۹۷۰ء

ہفتہ وار

ہماری زبان

جلد ۲۹ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | شمارہ ۴۴

اس شمارے میں

اداریہ

ترقی اردو بورڈ

اپریل ۱۹۶۹ء میں حکومت ہند نے اردو میں علمی ادب کے فروغ کے لئے ترقی اردو بورڈ قائم کیا۔ اس بورڈ نے اب تک ۵۸۳ کتابوں کا انتخاب کیا ہے جن میں سے بیشتر تراجم ہوں گے مگر ان میں ایسی کتابیں بھی ہوں گی جو خاص طور پر لکھوائی جائیں گی۔ ۳۹۹ کتابوں کے لئے مترجم یا مصنف بھی نامزد کردئے گئے ہیں ان میں طبعی علوم، حیاتیاتی علوم، سماجی علوم اور انسانی علوم کی کتابوں کے علاوہ حوالے کی کتابیں، لغات، اردو ادب کی وہ کتابیں جن کا دوبارہ چھاپنا ضروری ہے۔ سائنس پر عام فہم کتابیں، بچوں کے ادب کی کتابیں، سبھی شامل ہیں پچیس سے زیادہ ایسی کمیٹیاں بنائی گئی ہیں جو ماہرین پر مشتمل ہیں۔ یہ کمیٹیاں اپنی تجاویز پیش کرچکی ہیں۔ اس سلسلے میں قدرتی طور پر سب سے اہم کام اصطلاح سازی کی کمیٹی کا ہے۔ بورڈ نے جو اصول منظور کئے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) جو اصطلاحیں اردو میں عام ہیں اُن کو ترجیح دی جائے۔

(۲) جو اصطلاحیں حکومت کی مرکزی اصطلاح سازی کمیٹی نے تجویز کی ہیں وہ اس حد تک اختیار کی جائیں جس حد تک اردو کے لئے موزوں ہیں۔

(۳) اگر شق اوّل اور شق دوم کے تحت اصطلاحیں نہ مل سکیں تو انگریزی کی اصطلاحیں رہنے دی جائیں۔ بورڈ نے یہ بھی طے کیا ہے کہ سہولت کے لئے اردو کی اصطلاح کے ساتھ حسب ضرورت انگریزی کی اصطلاح بھی دے دی جائے۔

بورڈ کے صدر ڈاکٹر وی۔ کے۔ آر۔ وی۔ راؤ نے پہلے جلسے میں ہی اس پر زور دیا تھا کہ وہ اردو کو ایک قومی زبان سمجھتے ہیں اور اسے کسی ایک فرقے یا گروہ سے وابستہ نہیں سمجھتے۔ دوسرے جلسے میں جو حال میں ہوا، انھوں نے پھر اپنے اسی عقیدے کو دہرایا۔ بورڈ کا مقصد تو دراصل یونی ورسٹی کی تعلیم کے لئے اردو میں درسی کتابیں تیار کرنا ہے۔ مگر ڈاکٹر راؤ نے حالیہ جلسے میں یہ بھی کہا کہ ہم اس کے علاوہ اردو میں ایسا علمی سرمایہ بھی بڑھانا چاہتے ہیں جو جدید دور کی ضروریات کو پورا کرے اور اردو پڑھنے والوں کو جدید ذہن کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرے اور عقلیت کو فروغ دے۔ انھوں نے اردو کو ایک جاندار اور شاندار زبان قرار دیا اور بورڈ کو یقین دلایا کہ وزارت تعلیم ہر طرح اس کے فروغ کی کوشش کرے گی۔ انھوں نے یہ امید بھی ظاہر کی کہ ترقی اردو بورڈ کے کاموں سے قومی یک جہتی میں بھی مدد ملے گی۔

اشاعت کی تاریخیں
۱، ۸، ۱۵، ۲۲

انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

فی کاپی ۱۰ پیسے
قیمت سالانہ ۵ روپے

بورڈ کے ممبروں کو یہ احساس تھا کہ تصنیف و تالیف کا کام اتنی تیزی سے نہیں ہو رہا ہے جس کی ضرورت ہے۔ اس لئے ڈاکٹر راؤ نے یہ اعلان کیا ہے کہ بورڈ کے کاموں کی نگرانی کے لئے ایک کل وقتی ناظم جلد مقرر کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ایک مجلس عاملہ بنائی جائے گی جو پانچ یا سات ممبروں پر مشتمل ہوگی اور جس کے جلسے ہر مہینے ہوا کریں گے۔ بورڈ کے جلسے بھی سال میں تین بار ضرور ہوں گے۔ ڈاکٹر راؤ کی خواہش ہے کہ جون ۱۹۷۱ء تک کم سے کم سو کتابیں ضرور شائع ہو جائیں۔

امید ہے کہ ترقی اردو بورڈ کے کاموں کی رفتار اور تیز ہوگی اور اردو میں جدید علوم سے متعلق معیاری اہم لٹریچر فراہم کرنے کے لئے کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی جائے گی۔ ہندوستان کے سبھی اردو دوستوں کی نیک تمنائیں اور بہترین دعائیں اس کے ساتھ ہیں۔

اس کے ساتھ ہم یہ کہنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ حکومت ہند کو اردو زبان کے بقا کے لئے کچھ اور تدابیر بھی اختیار کرنا چاہئیں۔ متعدد ریاستی حکومتوں کا رویہ اب بھی قابل اطمینان نہیں۔ خصوصاً وہ ریاستیں جو ہندی کی ریاستیں کہلاتی ہیں اردو زبان کے حقوق سے اب تک چشم پوشی کر رہی ہیں۔ اردو میں ابتدائی تعلیم کا ابھی تک تسلی بخش انتظام نہیں ہے۔ ثانوی منزل پر تو حالات اور بھی افسوس ناک ہیں۔ اترپردیش میں تو سوائے علی گڑھ کے تین اسکولوں کے ایک بھی اردو میڈیم اسکول نہیں اور وہاں ابتدائی منزل پر اردو کے ذریعہ سے تعلیم پانے والوں کی تعداد بھی بہت کم ہے۔ سہ لسانی فارمولے کی اسپرٹ کو بھی نظرانداز کیا جا رہا ہے اور اردو کو تیسری زبان کی حیثیت سے پڑھانے کے لئے بھی انتظامات ناکافی ہیں۔ اردو کے چلن کے راستے میں بھی رکاوٹیں ہیں اور دفتروں اور عدالتوں میں بھی ابھی تک وہ سہولتیں میسر نہیں جو ملنی چاہئیں۔ حکومت ہند کو ان ریاستی حکومتوں کو اس پر راضی کرنا چاہئے کہ وہ اردو کے ساتھ انصاف کریں۔ دستور نے دفعہ ۳۴۷ کے ذریعہ سے صدر جمہوریہ کو جو اختیار دیا ہے وہ اسی مقصد کے لئے ہے۔ بہرحال یونیورسٹی کی منزل پر اردو میں علمی ذخیرہ مہیا کرنے اور جدید دور کی ضروریات کے مطابق ادب فراہم کرنے کا کام مبارک ہے مگر ابتدائی اور ثانوی منزل پر تعلیم کی سہولتیں مہیا کرنے، اساتذہ مقرر کرنے اور درسی کتابیں فراہم کرنے کا کام اس سے زیادہ ضروری ہے۔ حکومت ہند کو چاہئے کہ وہ اس پہلو پر بھی غور کر کے مناسب قدم اٹھائے۔ بہت تاخیر ہو چکی ہے۔ اب مزید تاخیر کی گنجائش نہیں ہے۔ جب تک اردو کے ذریعہ سے ابتدائی تعلیم کا انتظام تسلی بخش نہ ہوگا، جب تک ثانوی منزل پر اردو کے ذریعہ سے تعلیم کی پوری سہولتیں نہ ہوں گی، اس وقت تک اعلیٰ تعلیم کی منزل کے لئے وہ بنیاد اور وہ غذا اور وہ توانائی میسر نہ آسکے گی جس کے بغیر کوئی زبان زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس لئے مرکزی حکومت کو جلد سے جلد یا تو صدر جمہوریہ سے سفارش کرنی چاہئے کہ وہ دفعہ ۳۴۷ کے تحت مناسب احکام صادر کریں یا ریاستی حکومتوں کو اس پر رضامند کرانا چاہئے کہ وہ دفعہ ۳۴۵ کے تحت اپنے سرکاری زبان کے قانون میں ایسی ترمیمات کریں کہ اردو کو بھی بعض سرکاری اغراض کے لئے استعمال کیا جا سکے۔ اس کام سے صرف اردو والوں کا ہی نہیں سارے ملک کا بھلا ہوگا اور قومی یکجہتی کو حقیقی استواری اور پائیداری حاصل ہوگی۔

عازمین حج کے جہازوں میں تبدیلی

ناگزیر حالات کی بنا پر ہندوستان سے جدہ جانے والے ایس ایس مظفری کی بجائے اب ایس ایس محمدی اور ایس ایس محمدی کی جگہ ایس ایس مظفری روانہ ہوں گے۔ ایس ایس محمدی جو ۵ دسمبر ۷۰ء کو روانہ ہوتا تھا اب اگلے روز ۶ دسمبر کو بمبئی سے روانہ ہوگا۔ واپسی کے سفر میں بحری جہازوں کے پروگرام میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ اس تبدیلی سے حاجیوں کو جو زحمت اٹھانی پڑے گی اس کے لئے معذرت خواہ ہیں۔

• ڈپٹی منیجر مغل لائن لمیٹڈ۔

غالب پر تین نئی کتابیں

مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی کے زیراہتمام میٹروپول ہوٹل میں جناب حکیم محمد سعید صاحب نے نادم سیتاپوری کی دو کتابوں "غالب کے کلام میں الحاقی عناصر" اور "خیابان غالب" اور جناب سید عارف شاہ گیلانی کی کتاب "شہنشاہ سخن" کی رسم افتتاح انجام دی۔

یہ تینوں کتابیں غالب پر تحقیقی و تنقیدی سرمایہ میں اضافہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

فریدالدین، مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی

عبد القوی دسنوی

مضامین آہ دہلوی

مولانا ابوالکلام آزاد کے بڑے بھائی ابوالنصر غلام یٰسین آہ دہلوی کے ابتدائی مضامین اور کلام اس بات کے شاہد ہیں کہ اگر ان کی عمر وفا کرتی تو اردو ادب کے خزانے میں خوشگوار اضافہ ہوتا۔ جناب مالک رام صاحب نے یہ بہت اچھا کیا کہ ان کے کلام کو تلاش کرکے "دیوان آہ" کے نام سے شائع کر دیا ہے البتہ ان کے مضامین اب بھی گمنامی میں ادھر اُدھر بکھرے پڑے ہیں۔ اب اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ان مضامین کو تلاش کرکے یکجا شائع کر دیا جائے۔

اب تک ان کے مندرجہ ذیل مضامین کا علم ہو سکا ہے۔

مشک	مخزن	جون	۱۹۰۲ء
اہل خاک کے مذاہب	"	اکتوبر	"
" "	"	فروری	۱۹۰۳ء
نظریات موسیقی (علیہ شفیقہ کے ترکی مضمون کا اردو ترجمہ)	خاتون	جنوری	۱۹۰۲ء
تحریر	خدنگ نظر	اپریل	۱۹۰۳ء
عالم اجسام (۱)	"	اگست	"
" " (۲)	"	ستمبر	"
" " (۳)	"	فروری	۱۹۰۳
" " (۴)	"	اپریل	"
حیوانات کی تعجب خیز پرستش (مصر کا مشہور دیوتا آمون)	"	دسمبر	"
مشہور روسی فصیح مسمرد	"	"	۱۹۰۳ء
فلسفہ	"	مارچ	۱۹۰۳ء
قدیم مصریوں کے رسوم تجہیز و تکفین	"	جون	"
عربوں کی بت پرستی	"	جولائی	"
شادی (اسراف کے خلاف)	لسان الصدق	دسمبر	۱۹۰۳ء
توہمات کی زندگی	"	جنوری	۱۹۰۴ء
اردو کا دکھڑا اور بنگال	"	مارچ	"
شگون مادی	"	"	"
ڈی ماس تفیز ویان کا ایک فاتح لکچرر (ترجمہ از انگریزی)	"	اپریل مئی	۱۹۰۵ء
سادہ وضع	لسان الصدق	مئی	۱۹۰۴ء

کتب خانہ شعبۂ اردو سیفیہ کالج بھوپال میں "مضامین مرقع عالم" کی ایک جلد محفوظ ہے جس میں آہ کی مندرجہ ذیل تحریریں ہیں۔

(۱) کانشنس یعنی ایمانی قوت۔

اقتباس ملاحظہ کیجیے:

"مسلمانو! اے چودھویں صدی کے برکتیں پانے والو! تم کو تمہاری غفلت کی قسم سچ کہنا تم نے کبھی یہ لفظ سنا بھی ہے؟ اور سنا ہے تو تمہیں اس پر غور کرنے کا موقع بھی ہاتھ لگا ہے؟ کیا اس لفظ سے تمہارے کان ابتک محروم ہیں؟ نہیں محروم تو نہیں! تو کیا اس لفظ نے تمہاری روحی قوتوں پر اتنا ہی اثر ڈالا ہے جتنا لارڈ بیکنس فیلڈ کی پہلی اسپیچ نے ہوس آف کامنز کے معزز حاضرین پر اثر ڈالا تھا؟ کیا تمہیں اس کے خوشگوار ذائقے سے حظ اٹھانے کا موقع نہیں ملا؟......"

(۲) حسن و شام سندر۔

ابتدا اس طرح ہوتی ہے۔

"مرقع عالم کے قدر دان ناظرینو! یہ وہ عاشق معشوق گزرے ہیں جن کا پرسوز قصہ (عرب کے) لیلیٰ و مجنوں اور (فارس کے) شیریں و فرہاد کے فسانوں سے اگر زائد نہیں تو کم بھی نہیں ہے۔ نل اور دمن کی تو کیا حقیقت ہے ان کے سامنے جیسے عاشق معشوق کے واقعات ہیچ ہیں، یہ بات اور ہے کہ جیسے لیلیٰ مجنوں اور شیریں و فرہاد کے قصوں نے عالمگیر شہرت پائی ہے سرزمین عظیم آباد کے اس دلسوز قصے نے ہندوستان کے ہر حصہ میں رہنے والوں کے دلوں میں جگہ پیدا نہ کی......مگر افسوس تو اسی کا ہے کہ اس قصہ کو کسی مشہور شاعر نے کسی علمی زبان میں اب تک نظم نہیں کیا تھا جس سے یہ شہرت کے پر لگا کر شہر شہر اور محلے محلے میں جا پہنچتا۔

یہ وہ قصہ ہے جس سے اور شہر تو شہر خاص عظیم آباد والے بھی (فی الحال) پوری طور پر آگاہی نہیں رکھتے خدا بھلا کرے ہمارے فاضل مہربان مولانا ظہیر احسن صاحب شوق محدث نیموی کا جنھوں نے بڑی عرق ریزی اور نہایت (سلیقہ) سے اس قصہ کو نظم کیا ہے۔...

(۳) قبروں پر پھول چڑھانا اور حضرت سونے کے قول کی تائید - اسی ہیڈنگ کا قابل قدر مضمون جو نامور گریجویٹ جناب

محمد عمر صاحب سوز بادلی کے پرزور قلم کا نتیجہ ہے۔ آج ہمارے سامنے (میز پر) رکھا ہوا ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور کی ممانعت فرمائی نہ صرف کسی اور خیال سے بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ عورتیں اپنے اعزا کے مزاروں پر کچھ اس شان سے بین اور نوحے کیا کرتی تھیں کہ بے ستر اور بے پردہ ہوجانے کے علاوہ نامحرم مرد اور اوباشان عرب کی بدنظروں سے گھوری بھی جاتی تھیں۔ جس کے برے نتائج انجام میں ظاہر ہوتے تھے۔

جب اسلام کے ہونہار درخت نے جاہل عربوں کے دل کی زمین میں اچھی طرح جڑ پکڑی اور تہذیب و شائستگی کے پھل نمایاں ہوگئے بری بری خصلتیں اور رسمیں (جیسے نوحہ کرنا بے پردہ ہوجانا، گریبان پھاڑنا، اتنا چلانا کہ نامحرم سن لیں۔ بے تکلف باہر آنا جانا، پردہ کا خیال نہ رکھنا، قبروں کی قسمیں کھانا وغیرہ وغیرہ) صفحۂ عرب سے حرف غلط کی طرح مٹ گئیں پھر کیا تھا آپ نے اجازت دے دی۔

آہ دہلوی کا ایک خط محمد علی اڈیٹر مرقع عالم کے نام ہے جسے مرقع عالم میں "ہمدردی کی جیتی جاگتی مثال" کے عنوان سے شائع کیا گیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

محمد علی صاحب آنریری مجسٹریٹ زاد لطفکم

"میرے مکرم اور فاضل دوست اردو کی انشا پردازی کے ہمہ اوست مولانا حکیم تسلیم بعد تعظیم مزاج اقدس۔ گو کہ بے لاگ ہمدردی دنیا کے طبقے سے مفقود نظر آتی ہے تاہم (میں تو سمجھتا ہوں کہ) اس سے کوئی ملک اور کوئی زمانہ خالی بھی نہیں کیونکہ انسان کا یہ ایک فطرتی جذبہ ہے کہ وہ دوسرے کے حال میں ہمدردانہ حصہ لے کہ خیر الناس من ینفع الناس۔ جس شخص میں یہ فیاض ازل کا عطا شدہ مادہ نہیں، وہ (میری دانست میں تو) اس پتھر سے جو چلتے ہوئے پانی کی رفاقت کا دم بھرتا ہوا، اس کی موج میں بے روک ٹوک چلا جا رہا ہے اگر زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں نہ اسے کسی غرض سے غرض اور نہ اسے کسی کی ہمدردی سے درد!

رہی یہ بات کہ آخر اس کا کوئی نتیجہ بھی! ہاں اسے فطرتی حکم عدولی کی پاداش میں طرح طرح کی روحانی اور جسمانی تکلیفوں کا سامنا ضرور ہوگا۔ اس نے اخلاقی کمزوری کیا دکھائی ہے، بلکہ صاف صاف صانع مطلق کے منشا کے خلاف کیا ہے۔ وہ وجہ تخلیق نہ سمجھنے کی حالت میں اپنی روحانی زندگی کی لازوال اساس کوشوں میں ہارج ہوجاتا ہے اور نہ صرف خود بلکہ اوروں کو بھی اپنی حالت اور

حرمت الاکرام

غزل

جیسے جیسے درد کا پندار بڑھتا جائے ہے
اعتمادِ لذتِ آزار بڑھتا جائے ہے

عمر گھٹتی جائے ہے ہستی ہوئی جاتی ہے کم
زندگی پر زندگی کا بار بڑھتا جائے ہے

یہ نہ پوچھو دیکھتا جاتا ہے مڑ مڑ کر کسے؟
ایک دیوانہ کہ سوئے دار بڑھتا جائے ہے

کچھ نہ کچھ ہونا ہے آخر تپ کے کندن جل کے راکھ
دل کی جانب شعلۂ افکار بڑھتا جائے ہے

آگہی کا صدقہ واجب ہے، اٹھاؤ جام زہر
لمحہ لمحہ وقت کا اصرار بڑھتا جائے ہے

سختیٔ راہِ طلب سے دل لرزتا ہے مگر
مجھ سے آگے جذبۂ بیدار بڑھتا جائے ہے

رفتہ رفتہ سوزِ حرماں ہوتا جاتا ہے فزوں
رفتہ رفتہ زندگی سے پیار بڑھتا جائے ہے

یہ جہانِ آب و گل ہے امتحاں گاہِ شعور
غم بقدرِ عظمتِ کردار بڑھتا جائے ہے

کیا خبر حرمت کہ تکمیلِ سفر ہو کس طرح؟
التفاتِ وادیٔ پرخار بڑھتا جائے ہے

طرز معاشرت سے خدا کے لطف اور عنایتوں سے محروم ہو کر محروم کیا۔ وہ باوجود انسان ہونے کے انسانیت کی محدود حد سے اتنا ہی دور ہے جتنا آسمان زمین سے! وہ (جہالت کا) ایک نقطہ ہے جس میں (رحمت کا) دائرہ بننے کی قابلیت پائی جاتی ہے غم تو اس کا ہے کہ آدمی ہو کر آدمیت کو خیرباد کہہ دینا عجب ثم العجب ؎

آدمی را آدمیت لازم است
عود گر خوشبو ندارد ہیزم است

آخر آدمیت کے کیا معنی ہیں؟ انسانیت کس جانور کا نام ہے؟ وہ شے ہی کیا ہے اور وہ بے بہا جوہر رکھنے والا کون ہے؟

جس کے جواب میں میں وہی عربی کا جملہ کہتا ہوں جو پاک زبان سے نکلا ہے اور پاک لوگوں پر پاک اثر ڈالتا ہے کہ خیر الناس من ینفع الناس وہی شخص اچھوں سے اچھا ہے جس سے کسی اور کو فائدہ پہونچے۔

جناب حکیم صاحب مجھے یاد ہے کہ قبلہ والد مجھے صغرسنی میں یہ دعا دیا کرتے تھے کہ "پیارے خدا تجھے آدمی بنائے" اور ایک مرتبہ بھی نہیں بار بار اور ہمیشہ یہی جملے فرماتے۔ مجھے بہ اقتضائے کم سنی دکم عمری کچھ یونہی سا ناگوار معلوم ہوا کہ یہ مجھے میں تو ان کی نظر میں کوئی آدمی ہی نہیں رہا جب تو یوں فرماتے ہیں کہ "خدا اسے آدمی بنائے" اور ہاتھ پاؤں دیکھ دیکھ کر (اور کبھی کبھی آئینہ میں چہرہ دیکھ کر) دل ہی دل میں کہوں کہ "کیا سچ مچ میں آدمی نہیں ہوں سچ مچ حیوان ہو گیا ہوں!

مگر اب جو غور سے کام لیتا ہوں تو خدا جانتا ہے عجیب عجیب نکتے اور طرح طرح کے فوائد اسی ایک جملہ سے مترشح ہوتے ہیں جس کا بیان خالی از طوالت نہیں اور علاوہ ازیں لایعنی علیکم۔

الحاصل اس تمہید سے میری غرض کچھ اور ہے (خدا نکردہ) نہ مجھے اس امر کا دعویٰ ہے کہ میں آدمی ہوں یا انسان اور یہ آدمیت کی دشوار راہ طے کر چکا ہوں بلکہ (بموجب تعریف اہل منطق) حیوان ناطق خود کو سمجھ کر کبھی کبھی اپنے آپ کو خطاب کیا کرتا ہوں کہ "بس تجھ میں اور حیوانی ساخت میں وجہ امتیاز تکلم ہی ہے نا۔ ورنہ تو کسب اخلاق ذمیمہ میں ان سے کم ہے۔ اگر بات ہے تو یہ ہے کہ انسانی زبانوں کو جتنا قبولیت کا سرٹیفکیٹ مل چکا ہے۔ اسی قدر حیوانی بول چال غیر مقبول ہے اور اس سے محروم۔

دالاں او در سخن درو نتادہ والا مضمون ہو جاتا ہے۔ دیکھ اے نفس بدتہذیب اب بھی سنبھل یہ راستہ جو تو نے اختیار کیا ہے حد کا خاردار ہے اس میں تکلیف بے شمار ہے واللہ در ما قال۔

ہرگز نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

ہر کیف میں انسانیت پسند اور آدمی دوست تو ہوں آپ جیسے اشخاص کی چاہت کو اپنے اشتیاق بھرے دل میں جگہ ضرور دیتا ہوں یہ کیوں؟ اس لئے کہ ؎

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بدان را بہ نیکاں ببخشد کریم

مولانا یوں تو میں پانچ سات برس سے آپ کے بے بہا اور لاجواب پرچہ کا خریدار ہوں جب تک کسی کے دل اور دل کے درد کی صورت پہچان رہا یہاں۔ اور پھر جب یہاں سے کسی دل رفتہ کے ہوش و حواس کی طرح "بیتی" سدھارا تو وہاں بھی برابر پرچہ جاری رکھا۔ مگر "خاص توجہ" جس شے کا نام ہے اس سے مطلقاً کام نہیں لیا گیا اور پرچوں کی طرح مرقع عالم بھی برسوں آتا رہا۔ اور "ہمدردی" جس چیز کو کہتے ہیں وہ ذرا سی بھی برتی نہیں گئی۔ المختصر اس سال کس وجہ سے؟ یہ تو نہیں کہہ سکتا مگر کس وجہ سے کیوں نہ ہو آپ کی محبت کی طرح توسیع اشاعت مرقع عالم کا خیال بڑھایا جا رہا ہے۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ میں کیا اور میرا مقدور ہی کیا مگر پھر بھی انشاء اللہ اس سال خریدار ضرور دوں گا۔ بدیہی شہادت تو یہی ہے کہ یہ عریضہ دیکھتے ہی پانچ خریداروں کے نام (عکار) وی پی کا دیلورواں فرمایئے۔

میں آپ کا شکریہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا آئے دن مفید نتیجہ خیز ناول اور پر زور قلم کے نکلے ہوئے مضمون پردہ اور حقوق بیگمات کے حمید کے علاوہ اسی کے متعلق نمایاں کام بھی کر چکے ہیں اور طرہ یہ ہے مرقع عالم کے زندہ دل نامہ نگار بھی پردہ سے

(باقی صفحہ ۹ پر)

مراسلات

دیوان غالب بخط غالب

تحقیق کے لئے اولین شرط یہ ہے کہ پہلے سے کوئی مفروضہ قائم کئے بغیر کسی مسئلے پر غور کیا جائے اور موافق و مخالف ہر قسم کے دلائل کا جائزہ لینے کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ پہلے سے ذہن میں کوئی مفروضہ قائم کرلینے کے بعد اس کے لئے دلائل تلاش کئے جائیں گے تو صحیح نتائج تک پہنچنا معلوم ڈاکٹر محمد انصار اللہ نے "دیوان غالب بخط غالب" کو جعلی ثابت کرنے کے جوش میں ایسے ایسے دلائل پیش کئے ہیں جو بظاہر تو بڑے ٹھوس معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ذرا سے غور و فکر کے بعد بادر ہوا نظر آتے ہیں۔ یہاں ان کی صرف ایک دلیل کے متعلق اظہار خیال مقصود ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "اس کی ایک مثال ۱۵ر ستمبر ۱۹۷۰ء کے ہماری زبان میں پیش کرچکا ہوں کہ نو دریافت نسخے میں ایک ایسی غزل بھی موجود ہے جس پر اس زمانے میں خمسہ لکھا جا چکا تھا جب مرزا کی عمر تین سال سے زیادہ کی نہ تھی۔"
>
> (ہماری زبان یکم اکتوبر ۱۹۷۰ء ص ۹)

انھوں نے جس غزل کی طرف اشارہ کیا ہے، اس کا مطلع یہ ہے ؎

دل بیتاب کہ سینے میں دمِ چند رہا
ہدمِ چند گرفتار بہ غمِ چند رہا

اس غزل پر میاں جی ہدایت علی نے خمسہ لکھا تھا اور وہ "باغ جہر" مولفہ میر مہر علی اکبر آبادی (۷ر صفر ۱۲۷۰ھ) ۱۵ر اگست ۱۸۶۱ء) میں شامل ہے۔ موصوف کے محولہ بالا اقتباس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خمسہ لکھنے والا غالب کی پیدائش کے تین سال کے اندر یعنی ۱۲۱۵ھ تک اس دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔ غالباً موصوف نے خمسہ نگار کے نام پر اچھی طرح غور نہیں کیا۔ ۱۲۱۵ھ میں وفات پانے والے ہدایت کا نام ہدایت اللہ تھا ہدایت علی نہیں۔ یہ خاصے مشہور شاعر تھے اور ان کا ذکر میر کے "نکات الشعرا" سے لے کر باطن کے "گلستان بیخزاں" تک مسلسل ملتا ہے۔ یہاں چند تذکروں کے اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں جن سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ ۱۲۱۵ھ میں وفات پانے والے ہدایت کا نام ہدایت اللہ تھا:-

"میاں ہدایت اللہ، ہدایت تخلص، از دہلی است ....از یاران خواجہ میر است۔"
(نکات الشعرا ص ۱۳۰)

"ہدایت اللہ، ہدایت تخلص، برہمنونی خواجہ میر درد۔" (ریختۂ گویاں، ص ۱۴۵)

"ہدایت خاں، ہدایت تخلص، مشاق قدیم و معاصر میر و مرزا، شاگرد بلکہ مرید خواجہ میر درد۔"
(تذکرہ ہندی، ص ۲۷۱)

"ہدایت، اناش شیخ ہدایت اللہ، از معتقدان خواجہ میر درد است"
[گلشن سخن (مرتبہ مسعود حسن رضوی ادیب) ص ۲۵۹]

"ہدایت میاں ہدایت اللہ تخلص شاگرد خواجہ میر درد۔" [تذکرہ شورش (دو تذکرے حصہ دوم مرتبہ کلیم الدین احمد) ص ۳۲۲]

"ہدایت تخلص، الموسوم بہ شیخ ہدایت اللہ متوطن شاہجہاں آباد، از ارادتمندان و شاگردان خواجہ میر درد است" [تذکرہ عشق (دو تذکرے حصہ دوم مرتبہ کلیم الدین احمد) ص ۳۲۳]

"ہدایت تخلص، ہدایت اللہ خاں، قوم افغان، عمِ ثناء اللہ خاں فراق متوطن دارالخلافہ شاہجہاں آباد، ......شریک دورۂ میر و مرزا، مرید خواجہ میر درد صاحب قدس سرہ
(عمدۂ منتخبہ (مرتبہ خواجہ احمد فاروقی) ص ۱۳۰]

"ہدایت تخلص، ہدایت خاں، عمِ ثناء اللہ خاں مرحوم کہ بہ فراق تخلص بود از مریدان و شاگردان مغفور خواجہ درد است، .... در ۱۲۱۵ ازیں جہاں بعشرتگہِ جاودانی نقل کرد۔" (گلشن بیخار ص ۲۴۰)

"ہدایت تخلص، ہدایت خاں نام، عمِ ثناء اللہ خاں، سلسلۂ بیعت و نظم کا حضرت خفر شعراسے۔"
(گلستان بیخزاں معروف بہ نغمۂ عندلیب ص ۲۸۳)

ان اقتباسات کے پیش نظر اس باب میں ذرا بھی شک

دیکھنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ ۱۲۱۵ھ میں وفات پانے والے ہدایت کا نام ہدایت اللہ تھا۔ بریں بنا غزل مذکور پر خمسے کو اس ہدایت سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ خمسے پر دئے ہوئے عنوان "خمسہ میاں جی ہدایت علی در غزل اسد" سے یہ بات ظاہر ہے کہ خمسہ لکھنے والے ہدایت کا نام ہدایت علی تھا۔ اس لئے ہمیں تذکروں میں دوسرے ہدایت کی تلاش کرنی چاہئے جن کا نام ہدایت علی ہو۔ بعض تذکروں میں ایک ایسے شاعر کا ذکر ملتا بھی ہے جن کا نام ہدایت علی ہے اور تخلص ہدایت۔ مثلاً

"ہدایت تخلص، شیخ ہدایت علی نام ساکن جد
دہلی۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۵۰ھ میں کسی صدمۂ عظیم کے
باعث جلاد اجل نے یا ہدایت کی تقدیر خنجر ظلم کو
فسان جور پر رکھ کر انھیں کے ہاتھ سے گلا کٹوا اپنے
کی مصلحت دی۔"

(گلستان بےخزاں معروف بہ نغمۂ عندلیب ص ۲۸۵)

ان حقائق کی روشنی میں یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ محولہ بالا خمسہ شیخ ہدایت علی ہدایت (متوفی ۱۲۵۰ھ) کا ہو۔ یا کم سے کم یہ تو ثابت ہی ہے کہ یہ خمسہ ڈاکٹر صاحب کے بتائے ہوئے ہدایت کا نہیں ہے۔

ڈاکٹر محمد انصار اللہ سے اس سلسلے میں ایک اور غلطی بھی ہوئی ہے۔ موصوف نے اپنے مراسلہ شائع شدہ ہماری زبان مورخہ ۱۵ر ستمبر ۱۹۸۰ء میں یہ نشاندہی کرنے کے بعد کہ مذکورہ بالا غزل نصراللہ خاں خویشگی کے تذکرہ "گلشن ہمیشہ بہار" میں میر امانی اسد کے نام سے منسوب ہے، اس کی تائید میں یہ دلیل دی ہے کہ "باغ مہر" میں دو خمسے شائع ہوئے ہیں۔ غزل مذکور پر خمسے کا عنوان ہے "خمسے میاں جی ہدایت علی در غزل اسد" اور دوسرے کا عنوان ہے "مخمس معروف بر غزل نواب اسد اللہ خاں بہادر المتخلص بہ اسد ملقب بہ غالب" اور یہ نتیجہ نکالا ہے:

"باوجود دونوں غزلوں کے مقطع میں اسد
تخلص ہونے کے مولف نے شاعر کا نام لکھنے میں
فرق کیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ وہ دونوں کو
الگ الگ شمار کرتا ہے۔"

معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے قاضی معراج دھولپوری کے مضمون "تبرکات غالب" شائع شدہ "ہماری زبان" مورخہ یکم اگست ۱۹۸۰ء کو بہت روا روی میں پڑھا ہے۔ قاضی صاحب نے واضح طور پر لکھا ہے کہ دوسرا خمسہ "چمن بے نظیر" میں شائع ہوا تھا۔ قاضی صاحب کے مضمون کا متعلقہ حصہ ذیل میں نقل ہے:

"غالب کی دوسری غزل بھی اسی مجموعے میں
شامل ہے جو چھ شعر کی ہے۔ تخمیس اس کی نواب
الٰہی بخش معروف نے کی ہے۔ مگر شائع یہ چمن
بے نظیر میں ہوئی ہے۔"

قاضی صاحب کے مضمون سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ "باغ مہر" میں غالب کی دو غزلیں اور ان میں سے غزل مذکور پر میاں جی ہدایت علی کا خمسہ شائع ہوا تھا۔ دوسری غزل پر نواب الٰہی بخش معروف کا لکھا ہوا خمسہ "چمن بے نظیر" میں شائع ہوا تھا۔ "چمن بے نظیر" ایک دوسرا مجموعہ ہے جس کے مولف محمد ابراہیم بن شہاب الدین موسیٰ تھے اور جو ۱۲۶۵ھ (۴۹-۱۸۴۸ء) میں پہلی بار بمبئی سے شائع ہوا تھا۔ جب کہ دونوں خمسے دو الگ الگ مجموعوں میں شائع ہوئے اور ان کے مولف بھی دو تھے، تو موصوف کا یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ مولف نے خمسہ کے عنوانوں میں فرق کیا ہے، کوئی معنی نہیں رکھتا۔

جہاں تک غزل مذکور کے میر امانی اسد سے منسوب کئے جانے کا سوال ہے، اس سلسلے میں تین باتیں عرض کرنی ہیں۔ اول یہ کہ تذکروں میں اشعار اور غزلوں کے غلط انتساب کی اکثر مثالیں ملتی ہیں۔ دوم یہ کہ کسی اور ذریعے سے اس انتساب کی تائید نہیں ہوتی، کیوں کہ اس کی تائید میں جو دلیل پیش کی گئی تھی وہ بادر ہوا ثابت ہو چکی ہے۔ سوم یہ کہ "گلشن ہمیشہ بہار" ۱۲۷۰ھ میں شائع ہوا اور ڈاکٹر سہیل بخاری کی تحقیق کے بموجب ۱۲۵۷ھ میں لکھا گیا۔ غزل مذکور کو غالب ۱۲۳۷ھ سے پہلے نظری کر چکے تھے اور نسخۂ بھوپال (مکتوبہ ۱۲۳۷ھ) یا اس کے بعد کے کسی قلمی یا مطبوعہ دیوان غالب میں یہ غزل نہیں ملتی، اس لئے کسی تذکرہ نگار کا سہواً اس غزل کو میر امانی اسد سے منسوب کر دینا بعید از قیاس نہیں۔

اس وقت ڈاکٹر محمد انصار اللہ کی صرف ایک ہی دلیل کے متعلق اظہار خیال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ابھی موصوف کے مضامین کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کے مکمل ہو جانے کے بعد ان کے دوسرے دلائل کا جائزہ لیا جائے گا۔

• اختر حسین

مردم شماری کا ابتدائی کام شروع ہو گیا ہے مکانوں پر نمبر لگ گئے ہیں۔ آپ یہ دیکھ لیجئے کہ آپ کے مکان پر نمبر لگایا گیا ہے یا نہیں اگر نہیں لگا ہے تو اپنی انجمن کی شاخ کے نمائندوں کے ذریعے سے ضلع کے حکام کو مطلع کیجئے مردم شماری کے کارکن صرف ان مکانوں پر اندراجات کے لئے آئیں گے جن پر نمبر لگا ہے۔

انجمن کی خبریں

انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کا گشتی مراسلہ

ریاست آندھرا پردیش میں انجمن کی مقامی شاخوں کے صدور، نائب صدور اور معتمدین کے علاوہ دوسرے کارکنوں کا جو اجتماع ۱۲۔ اور ۱۳ر دسمبر ۱۹۷۰ء کو کرنول میں منعقد ہو رہا ہے اس کے کام میں بڑی سہولت ہوگی اگر ہر مقامی شاخ ایک ایک نوٹ قبل از قبل صوبائی شاخ کو روانہ کردے جس میں اختصار کے ساتھ یہ بتلایا جائے کہ اردو تعلیم کی اشاعت میں اسے کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اجتماع میں اتنا وقت نہیں ملتا کہ تمام شرکاء اپنی تقریروں میں ان مشکلات کا کماحقہٗ اظہار کر سکیں اس لئے یہ گذارش کی جارہی ہے تاکہ آپ کی روانہ کردہ تفصیلات کی روشنی میں قراردادیں مرتب کی جاسکیں۔ اس کے علاوہ اس نوٹ کے ساتھ علیحدہ طور پر حسب ذیل امور کا صراحت کے ساتھ جواب روانہ کیا جائے تو تنظیمی مسائل پر غور کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔

(۱) آپ کی شاخ کا قیام کب عمل میں آیا؟

(۲) آپ کی شاخ کے آخری انتخابات کب عمل میں آئے؟

(۳) شاخ کا الحاق صوبائی مرکز سے عمل میں آچکا ہو تو سند الحاق کا نمبر تحریر فرمایا جائے۔

(۴) شاخ کے موجودہ صدر، نائب صدر، معتمدین اور دوسرے عہدے داروں کے نام مع سکونتی پتوں کے روانہ کئے جائیں۔ ہمیں آپ کے فوری جواب کا انتظار رہے گا۔

حبیب الرحمٰن معتمد عمومی

نوٹ: (۱) صوبائی انجمن کا دفتر یکم دسمبر ۱۹۷۰ء سے کرنول منتقل ہو جائے گا۔ پتہ حسب ذیل رہے گا۔

معتمد انجمن ترقی اردو
بتوسط پرنسپل اسلامیہ عربک کالج
کالج روڈ۔ کرنول (اے پی)

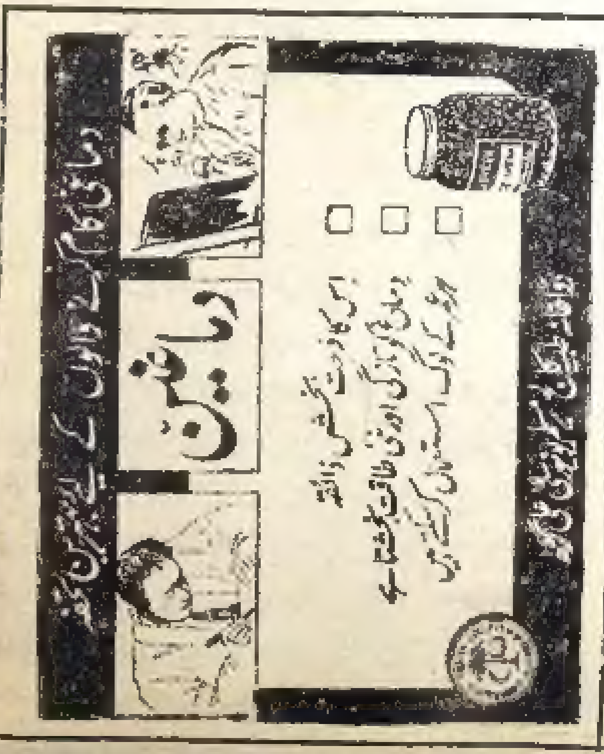
(۲) جن حضرات کو کرنول جاتے ہوئے حیدرآباد میں سفر منقطع کرکے بس یا ٹرین سے جانا پڑے گا وہ اگر چاہیں تو رات بھر یا چند گھنٹوں کے لئے اردو ہال میں قیام فرما سکتے ہیں۔

اردو کانفرنس عادل آباد کے مباحث

حیدرآباد: انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش برانچ ضلع عادل آباد کی جانب سے ۸ر نومبر کو اردو کانفرنس ضلع عادل آباد کا انعقاد عمل میں آیا جس کا افتتاح جناب عابد علی خاں شریک معتمد انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش و اڈیٹر روزنامہ سیاست نے کرتے ہوئے کہا کہ حکومت نے ابھی یہ اعلان کیا ہے کہ وہ تلگو میں نظم و نسق چلائے گی۔ اس کے ساتھ ہی ریاست کی تینوں جامعات کے وائس چانسلروں نے طے کیا کہ تلگو سے کامیاب ہونے والے طلبہ پر زیادہ توجہ کی جائے۔

اردو والوں کے لئے یہ سوال اہم ہے۔ حکومت اگر یونیورسٹیوں کے وائس چانسلروں کے مشورہ کو قبول کرے تو پھر اردو میں تعلیم پانے والوں کا کیا حشر ہوگا ہمیں اسی صورت میں ملازمتوں میں موقع ملے گا اور نہ ہم دوسری ترقیات سے استفادہ کرسکیں گے اس لئے ہمیں اس سلسلہ میں کافی غور و خوض کے بعد کرنول کے اجتماع میں اس مسئلہ کو طے کرنا ہے کہ کیا طریقہ اختیار کیا جائے اس لئے ضلع واری کانفرنسوں کا انعقاد عمل میں لایا جارہا ہے۔ دوسرا مسئلہ ہمارے طریقۂ تعلیم کا ہے کہ گذشتہ سال بڑی چیخ و پکار کے بعد جونیر کالجس میں اردو کی متوازی جماعتوں کا قیام عمل میں آیا۔ لیکن اردو ذریعۂ تعلیم کے ایسے کئی جونیر کالجس اور مدارس ہیں جہاں اردو جونیر لکچرارس و اردو اساتذہ کا انتظام نہیں کیا گیا۔ حکومت کو خود چاہئے کہ وہ اعلان کے بموجب تعلیم کا انتظام کرے۔

انھوں نے کہا کہ عادل آباد خوش قسمت ہے کہ یہاں اردو کے شیدائی، اردو کی ترویج و بقاء چاہتے ہیں۔ مجھے پوری توقع ہے کہ ضلع عادل آباد کے محبان اردو تعلیمی مسائل کو عہدہ داران ضلع کے سامنے رکھیں گے سابق مردم شماری کے نقائص کا ذکر کرتے ہوئے جناب عابد علی خان نے کہا کہ



سابق کارروائیوں سے بڑی غلطی ہوئی ہے اور لوگوں نے گذشتہ مردم شماری میں اردو اور ہندوستانی کو علیحدہ نہ سمجھ کر غلطیاں کروائیں جس کے باعث ہم دس سال تک نقصان اٹھاتے رہے۔ مستقبل میں ہمیں اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ آئندہ ایسی غلطی کا اعادہ نہ ہونے پائے۔

جناب مرزا بیگ اس لاہوتی معتمد انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش نے تعلیمی مسائل پر روشنی ڈالی اور کرنول میں ہونے والے اجتماع میں زیادہ سے زیادہ مندوبین کی شرکت پر زور دیا۔

جناب اسمٰعیل قریشی ایڈوکیٹ صدر انجمن ترقی اردو عادل آباد نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کے کرنول اجتماع میں جو مسائل پیش ہونے والے ہیں اس کی یہ تیاری ہے۔ انھوں نے ضلع کے اردو مسائل پر بھی روشنی ڈالی۔ مردم شماری ۱۹۹۱ء کے کام کے لئے اپنی طرف سے ایک سو روپے عطیہ کا اعلان کیا۔

• نامہ نگار

فریدکوٹ میں غالب پارک کا افتتاح

گورنمنٹ برجندرا کالج فریدکوٹ میں پرنسپل گورچرن سنگھ کی کوششوں سے ایک غالب پارک بنایا گیا ہے جو بڑا وسیع اور خوب صورت ہے۔ اس کے گیٹ پر "غالب پارک" کا سائین بورڈ آویزاں ہے۔ اس کی رسم افتتاح ۸ ر نومبر کو بڑی دھوم دھام سے منائی گئی اور اس سلسلہ میں ایک شاندار مشاعرہ بھی منعقد کیا گیا۔ رسم افتتاح کے موقع پر جملہ شعرائے کرام سے سرو ہی کے درخت لگوائے گئے۔

مشاعرہ سے پہلے اردو کے دانش وروں نے غالب کے متعلق نہایت کامیاب مقالے پڑھے پہلا مقالہ پنجابی یونیورسٹی کے پروفیسر سردار گل ونت سنگھ نے پڑھا جس میں غالب کی شاعرانہ شخصیت پر روشنی ڈالی گئی۔

دوسرا مقالہ پنجاب یونی ورسٹی کے پروفیسر ست پرکاش سنگر نے پڑھا اور تیسرا مقالہ پرنسپل کنھیا لال کپور ایس۔ ڈی۔ کالج موگا نے۔ جو سامعین نے بہت پسند کیا۔ کیونکہ ان کا انداز مزاحیہ تھا۔ سامعین بہت محظوظ ہوئے۔

اس کے بعد مشاعرہ ہوا۔ جس میں ملک کے نامور شعرائے کرام نے حصہ لیا۔ علی الخصوص راج کوی پنڈت میلا رام وفا، سردار اودے سنگھ شائق، پروفیسر کرپال سنگھ بیدار، جناب سوہن لال ساحر، سردار پورن سنگھ ہنر، جناب نوبہار صابر، جناب آر۔ ڈی۔ بسیاں اور پروفیسر صحرائی صاحب۔ مشاعرہ چھ بجے شام کو شروع ہو کر رات کے ساڑھے دس بجے تک جاری رہا۔ بار بار کلام سننے کی فرمائشیں آتی رہیں۔ اس کے بعد پرنسپل گورچرن سنگھ نے غالب کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا۔ کہ ہمیں "غالب پارک" کی رسم افتتاح پر بے پایاں مسرت ہوئی ہے اور اردو زبان کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ لوگ جوق در جوق مشاعرہ سننے کے لئے آئے ہیں۔ اس لئے اس مقبول عام زبان کو برقرار رکھنے کے لئے سعی کرنی چاہیئے۔

اسٹیج سکریٹری کے فرائض پروفیسر نرنجن سنگھ تسنیم نے بڑے مستحسن انداز میں ادا کئے۔ مشاعرہ نہایت خوشگوار ماحول میں ختم ہوا اور آخر میں کالج کی طرف سے ڈنر دیا گیا۔

• پورن سنگھ ہنر سکریٹری

مرکزی حکومت کی طرف سے اردو گھر کو امداد

نئی دہلی۔ پارلیمنٹ میں وزیر تعلیم جناب ڈی سی کے۔ آر۔ ڈی۔ راؤ نے کہا کہ حکومت نے اردو گھر کو امداد دینا منظور کر لیا ہے یہ امداد انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ کو دی جائے گی۔ اردو گھر پر جو لاگت آئے گی اس کا نصف یا پانچ لاکھ روپیہ جو بھی کم ہوگا بطور امداد حکومت ہند کی طرف سے ادا کیا جائے گا۔

• انجمن

صفحہ ۵ سے آگے

مسئلے اور متعلقہ بیوگان کی حمایت پر تلے بیٹھے ہیں مگر کس وجہ سے؟ وہی جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ ہر شخص کا فطرتی جذبہ یہی ہے کہ وہ دوسرے کے حال میں ہمدردانہ حصہ لے۔ کسی کی تکلیف نہ دیکھ سکے اپنے سے ہر ایک بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچائے فی الحقیقت وہ اچھا ہے اور اس کا نصیب بھی۔ اور نصیب کے ساتھ اس کی خوشگوار زندگی بھی کہ خیر الناس من ینفع الناس واقعی آپ سے ملک کی حالت دیکھی نہ گئی۔ دل پر کوفت اٹھانے سوا قوم کے ہر حال میں آپ شریک ہو کر اچھے کاموں کی طرف اور نیک اخلاق اور ترقی کے اسباب کی طرف ہدایت فرمانے لگے مرحبا صد مرحبا آفریں ہزار آفریں۔

حماك الله عن مس النوائب
جزاك الله في الدارين خيرا

زیادہ نیاز

راقم
کلکتہ۔ امرتلا لین نمبر (۱۱) } خادم علماء دین ابو النصر غلام یٰسین
کان اللہ لہٗ

اخبار و اذکار

لسانی اقلیتوں کے مرکزی کمشنر کی خدمت میں مشترکہ میمورنڈم

برہان پور (ایم۔پی) ۔ برہان پور میں ۲۲ر اکتوبر ۱۹۷۰ء کو لسانی اقلیتوں کے ڈپٹی کمشنر کے چند گھنٹوں کے قیام کے دوران شہر کی انجمن ترقی اردو، جمعیۃ العلماء، مسلم نمائندہ کمیٹی اور انجمن معین الطلبہ نے ایک مشترکہ یادداشت پیش کرنی چاہی لیکن جب مشترکہ وفد ڈاک بنگلہ پہنچا تو وہ موجود نہ تھے اس لئے یہ یادداشت ڈاک سے براہ راست متعلقہ مرکزی کمشنر الہ آباد بھیجی گئی۔

میمورنڈم میں جو مطالبات پیش کئے گئے ہیں ان کا اجمالی ذکر درج ذیل ہے۔

۱۔ چونکہ شہر برہانپور کے باشندوں کی اکثریت کی زبان اردو ہے اس لئے:۔

(الف) میونسپل کمیٹی برہانپور میں اردو کو ثانوی دفتری زبان کا درجہ دیا جائے۔

(ب) تمام صوبائی اور مرکزی دفتروں میں مراسلت اور درخواستیں اردو میں تسلیم کی جائیں۔

(ج) برہانپور میں اردو بیسک ٹریننگ اسکول دوبارہ جاری کیا جائے۔

صوبے کے جن علاقوں میں ۱۵٪ یا اس سے زائد اردو داں باشندے ہوں وہاں فوری طور پر اردو کو ثانوی سرکاری دفتری زبان کا درجہ دیا جائے۔

(ب) پرائمری سے ہائر سکنڈری اسکولوں تک کے لئے اردو میں مختلف مضامین کی نصابی کتب فراہم کی جائیں۔

(ج) ثانوی تعلیمی بورڈ ایم۔پی کی تمام نصاب کمیٹیوں میں کم از کم ایک ایک متعلقہ اردو داں رکن مقرر کیا جائے۔

(د) امتحان کے پرچوں کے غلط، گمراہ کن اور مضحکہ خیز ترجموں کے سدباب کے لئے متعلقہ مضامین کے اردو داں مترجم مقرر کیا جائے۔

(ر) مذکورہ ایم۔پی بورڈ کی اردو نصابی کمیٹی میں صرف ایسے ہی تجربہ کار ٹرینڈ گریجویٹ یا پوسٹ گریجویٹ اساتذہ مقرر کئے جائیں جو واقعی اردو مضامین پڑھاتے ہوں اور بی۔اے یا ایم۔اے میں اردو ادب ان کا مضمون رہا ہو۔

(س) مختلف گریڈز کے اردو داں معائنہ افسران مقرر کئے جائیں تاکہ وہ اردو میڈیم کے اسکولوں کی صحیح رہبری کر سکیں۔

(ط) صوبہ کی ہر یونیورسٹی میں اردو ادب میں ایم اے کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

(ع) ہر شہر جہاں ۱۵٪ یا اس سے زائد اردو داں حضرات بستے ہوں کم از کم ایک لڑکوں اور ایک لڑکیوں کا سرکاری اردو میڈیم ہائر سکنڈری اسکول قائم کیا جائے۔

(الف) مرکزی حکومت ہر صوبہ میں ایک لسانی اقلیتوں کا ایک ڈپٹی کمشنر مقرر کرے۔

(ب) ہر صوبہ میں ایک اردو کا سیل "CELL" قائم کیا جائے تاکہ اردو داں طبقہ کی شکایت کا فوری ازالہ ہو سکے۔

(س) ان تمام علاقوں میں جہاں ۱۵٪ اردو داں طبقہ بستا ہے محکمہ ڈاک اور تار میں اردو کے منی آرڈر اور دیگر فارم چھاپے جائیں اور اردو میں پر کئے ہوئے فارم قبول کئے جائیں۔

(ج) ریلوے اسٹیشنوں کے نام اردو میں بھی لکھے جائیں۔

(د) آل انڈیا ریڈیو دہلی اپنی نشریات اور پروگرام میں اردو کو اس کا جائز حق دے۔

(ط) ملک کے اردو داں حضرات کا پرانا مطالبہ تسلیم کیا جائے اور اردو ثانوی سرکاری زبان قرار دی جائے۔

۵۔ مرکزی و علاقائی اردو میڈیم کی یونیورسٹیاں قائم کی جائیں اور ہر ایسا کالج ان سے الحاق کر سکے جو اردو میڈیم سے تعلیم دینا چاہے۔

• حبیب محمد خاں

اردو رسم خط کو تبدیل کرنے کے رجحان کے خلاف مظاہرہ

دلی۔ دلی میں افریشیائی رائٹرس کانفرنس کے موقع پر مشہور ترقی پسند شاعر اور ادیب نیاز حیدر نے آج مظاہرہ کیا ان کے ساتھ کافی تعداد میں نوجوان بھی تھے۔ اس سے قبل جناب نیاز حیدر نے ایک ملاقات میں بتایا کہ وہ یہ مظاہرہ اس رجحان کے خلاف کر رہے ہیں جو جناب سجاد ظہیر اور کچھ دوسرے ادیبوں نے اردو رسم خط کے سلسلے میں اختیار کیا ہے۔ جناب حیدر نے بتایا کہ رجحان کو اختیار کرنے کا مقصد کچھ خاص لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنا ہے اور رسم خط کو تبدیل کرنے کا مقصد ایک تہذیب کو ختم کرنا ہے۔ مظاہرہ کا ارادہ ظاہر کرنے سے قبل انھوں نے کہا کہ اگر میں دفعہ ۱۴۴ کو توڑنے پر گرفتار ہو گیا تو جیل میں بھوک ہڑتال کروں گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کو اس مسئلہ کی طرف توجہ دلانے کے لئے ان کی کوٹھی کے باہر بھوک ہڑتال کروں گا۔

• قومی آواز

تبصرہ

ناصر حسین نقوی

• کوئی درد آشنا بھی نہیں • صغرا مہدی

• مکتبہ جامعہ جامعہ نگر دہلی • اردو پیپر ۵۰ پیسے

صغرا مہدی صاحبہ کے اس ناولٹ کی کہانی جاگیردارانہ ماحول کے گرد گھومتی ہے جس کے آثار مٹتے مٹتے اب منزل فنا کے قریب آ پہونچے ہیں۔ اس ناولٹ کا ہیرو اس ماحول کا پروردہ ہونے کے باوجود اس کے خود ساختہ خلا میں اپنی جگہ بنانے سے قاصر رہتا ہے اور عام افراد کے درمیان اپنی جگہ بنانے کے لئے کوشاں نظر آتا ہے۔ یہی اس کی سب سے بڑی خوبی اور اہل خاندان کے نزدیک سب سے بڑی خامی ہے۔ وہ ناسازگار حالات سے مستقل لڑتا رہا ہے اور لڑتے لڑتے اس نے اپنی زندگی جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اس کے مرنے کے بعد سارے افراد خاندان اس سے نفرت کرنے والے اس کو حقیر جاننے والے نہ صرف اس کی خوبیوں کے معترف ہوئے بلکہ اپنے کئے پر پشیمان بھی رہے۔ یہ ہے وہ مرکزی خیال جس کے گرد ساری کہانی گھومتی ہے۔

مصنفہ نے اس کہانی کو بڑے ہی جذباتی انداز سے پیش کیا ہے جس کی وجہ سے کہانی کا کہانی پن مجروح ہو گیا۔ اگر مصنفہ اس غم کو (جو ممکن ہے ان کا ذاتی غم ہو) کائناتی غم بنا کر پیش کرتیں ان کے انداز بیان میں اگر تھوڑا سا ٹھہراؤ بھی ہوتا اور اگر جذبات کی یہ ہیجان انگیزی نہ ہوتی تو ناولٹ اور زیادہ کامیاب اور جاذب نظر ہوتا۔

طباعت، کتابت اور کاغذ کے لئے مکتبہ جامعہ نے اپنے معیار کو برقرار رکھا ہے۔

کتابیں ملیں

(تبصرے کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

بھوپال اور غالب مرتب عبد القوی دسنوی

ناشر: شعبۂ اردو سیفیہ کالج بھوپال

صفحات: ۱۲۸

بیاض زیست مصنف ڈاکٹر کنول ڈبائیوی

ناشر: اقبال بک ڈپو علی گڑھ

صفحات: ۱۲۸

شورش پنہاں مصنف کالیداس گپتا رضا۔ ناشر عبد السمیع ویئر جامع مسجد بلڈنگ بلاسیس روڈ بمبئی ۸۔ صفحات: ۱۸۲

صفحہ ۱۲ سے آگے

تو میں مردہ پایا گیا

(مری سو رجال)

دن نکل آیا تو شبنم کی رسالت کی صفیں تہ ہوں گی
راستے دن کے سیہ جھوٹ سے لد جائیں گے
بھونکتا چھوڑ کے پھر کاٹنے لگ جائیں گے غم کے کتے
اور اس شہر کے دلشاد مسافر جن پر
ان کے سائے سے بھی لرزہ طاری
پیکر خواب کے مانند سر راہ پلٹ جائیں گے
(سہم رات کی خوشبوؤں سے بوجھل اٹھے)

راشد کی ان تازہ نظموں میں انکشاف ذات کی جو سعی ملتی ہے وہ اس وقت پوری دنیا کی جدید شاعری کا نقطۂ ارتکاز ہے، راشد نے اس المیے کو محسوسات کی سطح پر بھی دیکھنے کی کوشش کی ہے اور اپنا مخصوص حاکمانہ درانہ تیور بھی برقرار رکھا ہے۔ "ماورا" اور "ایران میں اجنبی" کی نظموں میں جو "یک آہنگی" کا احساس ہوتا تھا وہ بھی اب نہیں رہا، وہ لہجہ جس پر عجمیت اور اشرافیت کے دبیز پردے پڑے ہوئے تھے اب لوچ اور لچک سے ہم کنار ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے، تکنیک میں تنوع اور آہنگ میں ہمہ رنگی ہے۔ ڈرامائیت اور افسانویت کو برقرار رکھتے ہوئے غنائیت اور نرم سُروں کی آمیزش نے راشد کے اسلوب میں ایک کشادگی پیدا کر دی ہے۔

راشد کی عمر کے شاعروں میں سے اکثر و بیشتر اب اردو ادب کی تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔ ان میں سے کئی ایک ترک شعر کی منزل میں ہیں، کئی ایک ایسے ہیں جن کے یہاں انحطاط کے آثار صاف دکھائی دیتے ہیں اور ان کا رنگ پھیکا پڑ چلا ہے ان کی تاریخی اور ادبی حیثیت کو ان کی پرانی نظموں کے حوالے سے پہچاننا پڑتا ہے۔

راشد ہمارے ان معدودے چند شعرا میں ہیں جنھوں نے ابھی اپنے آپ کو تاریخ کے حوالے نہیں کیا ہے۔ ان کا فن اب بھی اپنے اندر نشو و نما کے بہت سے امکانات رکھتا ہے۔

انسان کی نظموں کو پڑھنے کے بعد ہمیں اندازہ نہیں ہوتا کہ ہم اس شاعر کو پڑھ رہے ہیں جس کے ادبی و فنی شعور کی ابتدا بیسویں صدی کی تیسری اور چوتھی دہائی میں ہوئی تھی۔ یہ نظمیں ہر اعتبار سے اردو شاعری کے جدید ترین رجحانات سے ہم رشتہ و ہم آہنگ ہیں، راشد کی شاعری بدلتی ہوئی زندگی کا استعارہ ہے اور اس میں مسلسل استفہام کی کیفیت ملتی ہے اس نوع کی شاعری اپنی تخلیق کے وقت بھی نئی ہوتی ہے اور وقت گزر جانے کے بعد بھی۔

•

خلیل الرحمن اعظمی

میرا صفحہ

"لا = انسان" کے نام سے ن۔ م۔ راشد کا تیسرا اور تازہ ترین شعری مجموعہ کچھ ہی دنوں پہلے پاکستان سے شائع ہوا ہے۔ اس مجموعے کے نام میں ایک ایسی پراسراریت اور انوکھاپن ہے جو ہمیں چونکائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مگر اس طرح کا نام اپنے مجموعے کے لئے منتخب کرکے مصنف نے اپنی سنسنی خیزی کا ثبوت نہیں دیا ہے بلکہ ایک طور پر اپنی نئی نظموں کی سمت وجہت کی طرف ایک بلیغ اشارہ کیا ہے۔ اس مجموعے کی نظموں سے راشد کی شاعری ایک نئی منزل میں قدم رکھتی ہے۔ "ماورا" اور "ایران میں اجنبی" کی نظمیں "مشرق" کی روح اور اس کے باطنی و روحانی کرب کے المیے کو پیش کرتی تھیں اور ان نظموں کا مرکزی کردار مشرق کا انسان تھا جسے مغربی استعمار کی چیرہ دستیوں نے زوال اور شکست خوردگی کے آخری نقطے پر پہنچا دیا تھا۔ راشد کی نئی نظموں میں یہ کردار اس آفاقی انسان کی علامت بن کر ابھرا ہے جو اپنے وجود کی معنویت کھو بیٹھا ہے۔ سائنس اور صنعتی تہذیب کے فروغ نے جہاں انسان کے قدم چاند تک پہنچا دئے ہیں وہاں یہ حقیقت بھی کچھ کم دلچسپ نہیں ہے کہ یہ انسان داخلی طور پر بانجھ ہو چکا ہے۔ وہ نئی اقدار کی تشکیل پر قادر نہیں وہ ذات اور غیر ذات، فرد اور سماج، ظاہر اور باطن، لفظ اور معنی کے رشتوں کو ٹوٹتے اور بکھرتے ہوئے دیکھ رہا ہے اور ان رشتوں کی نئی ترتیب و تنظیم اس کے اختیار سے باہر ہے۔ ایک بھیانک خلا، ایک پرہول سناٹا اور تنہائی کا جاں گداز احساس اس دور کے ہر اس شخص کا مقدر ہے جس کے اندر کا ضمیر ابھی تک زندہ ہے۔ یہ ضمیر اپنے وجود کی معنویت کو دریافت کرنے کی طرح طرح سے کوشش کرتا ہے مگر اس کا حاصل؟ سوائے صفر کے کچھ نہیں۔

وہ حرف تنہا
جسے تمنائے وصل معنیٰ
ہمیشہ صفر عظیم لیکن ہمیں وہ گم گشتہ بندے ہیں
بغیر جن کے کوئی مساوات کیا بنے گی
وصال معنی سے حرف کی بات کیا بنے گی؟

(وہ حرف تنہا)

ایک گرداب
کہ ڈوبیں تو کسی کو بھی خبر ہو نہ سکے
اپنی ہی ذات کی سب سخرگی ہے گویا
اپنے ہونے کی نفی ہے گویا

(ہم کہ عشاق نہیں)

جیسے کوئی ساری آوازوں کو نگل کھا گئی
ایسی تنہائی کہ حسن تام یاد آتا نہیں
ایسا سناٹا کہ اپنا نام یاد آتا نہیں

(اسرافیل کی موت)

آئینہ حس و خبر سے عاری
اس کے نابود کو ہم ہست بنائیں کیسے؟

(آئینہ حس و خبر سے عاری)

رجائیت پسند کہیں گے یہ گمشدگی آخر کیوں؟ کوئی آدرش، کوئی عظیم مقصد، کوئی جدوجہد، کوئی خواب؟ درست مگر یہ اس کے لئے ہے جو تجربے کی پہلی منزل پر ہو، عنفوان شباب کی آرزومندی، اور اس کے لئے کچھ کر گزرنے کا حوصلہ رکھنے کے لئے "نا آزمودہ کاری" شرط ہے۔ مگر راشد کا انسان وہاں سے گزرتا ہوا "بے حاصلی" کی متاع لئے پھر اپنے مرکز پر آگیا ہے اور پھر اپنی جستجو۔

وہی کشف ذات کی آرزو
مگر چاروں طرف ٹوٹی ہوئی تصویریں اور بکھرے ہوئے مناظر
ان کی خلش کو کہاں لے جائیں

دل خراشیدہ و خوں دادہ رہے
آئینہ خانے کے ریزوں پہ ہم استادہ رہے
چاند کے آنے پہ سائے بھی
بہت آئے بھی
ہم بہت سایوں سے گھبرائے بھی

(میں جو مرتا ہوں میرا جی ہو)

مری مورجاں،
میری کم مایہ جاں،
رات بھر زیر دیوار، دیوار کے پاؤں میں
رینگتی سانپ لہریں بتاتی رہی تھی
مگر صبح ہونے سے پہلے
انھوں نے جو دروازہ کھولا

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

مالک انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ، پرنٹر و پبلشر سید تفضل حسین ایم۔ اے نے لیتھو کلر پرنٹرس علی گڑھ میں چھاپا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا
REGD-NO. L 922 فون نمبر ۲۹ R. NO. 2146/57